يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

أَصْدَقُ النَّبَاءِ

فی اِثباتِ وجُودِ ابن سبأ

ابنِ سبا کا وجود اور تاریخی سچائی

تالیف

مولانا سید مکرم شاہ

خادم مرکزی علماء کونسل سادات سماجی تحریک پاکستان

أصدق النبأ

في إثبات

وجود ابن سبأ

ابنِ سبا کا وجود اور تاریخی سچائی

تالیف مولانا سید مکرم شاہ
خادم مرکزی علماء کونسل سادات سماجی تحریک پاکستان

يا أهل بيت رسول الله حبكم

فرض من الله في القرآن أنزله

يكفيكم من عظيم الفخر أنكم

من لم يصل عليكم لا صلاة له

آئینہ

عرض مؤلف

بنیادی طور پر یہ کاوش اپریل 2015 میں ایک عزیز۔۔ کے خط کا تحریری جواب تھا اس وقت انہوں نے تاریخی مجرم عبداللہ ابن سبا کے وجود یا عدم وجود کے حوالے سے ایک تفصیلی سوال کیا تھا جس کے جواب میں راقم نے ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ایک خط ان کے نام بذریعہ ڈاک روانہ کیا تھا یہاں ان کا نام بلا اذن ذکر کرنا مناسب نہیں۔

چند دن قبل پرانی تحریرات و مضامین کی فائلیں دیکھتے ہوئے اتفاقا اس جوابی خط کی ایک فوٹو کاپی ریکارڈ میں مل گئی اسے بغور دیکھا تو محسوس ہوا کہ اس میں ایک مقالے کا بنیادی ڈھانچہ موجود ہے اور موجودہ حالات کے پیش نظر اس موضوع پر گفتگو کی شدید ضرورت بھی ہے چنانچہ 2015 کے اسی جوابی خط کو بنیاد بناتے ہوئے اور آج کے دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں کچھ ضروری اضافے کیے گئے اور بعض حصوں کو حذف کرنا پڑا اور بعض کی نوک پلک سنواری گئی آج یہ تحریر الحمد للہ ایک مختصر اور جامع مقالے کی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ یہ کاوش حق کی تلاش میں مدد گار ثابت ہو۔

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

بسم الله الرحمٰن الرحيم

كل محامد الكمال ثابتة لذاته تعالى الذي هو العلة الأولى لجميع عالم الممكنات والصلاة والسلام على الواسطة في الفيض والمظهر الأتم للعقل الفعال سيدنا محمد الذي هو برهان بديهي للصدق والأمانة وعلى آله وأصحابه الذين هم مصادر للحقائق اليقينية وأمناء على العلم المتواتر۔

أشكر ذلك الواجب أن ألحقني بسلسلة علل الخير وجعلني من ذرية أهل البيت وهذه قضية موجبة تستلزم نتيجتها الشكر في كل زمان كما أشكره جل وعلا أن هدانا إلى المنهج المستقيم لأهل السنة والجماعة وعصمنا من المغالطات الفكرية ونجانا من فاسد قياسات ابن سبأ وأتباعه الذي كان غرضه تفريق الكل المجموعي للأمة إلى جزئيات متناثرة وإفساد البديهيات العقلية والنقلية لعقيدة التوحيد

أما بعد فقد دونت في هذه الأوراق الحقائق التاريخية باستخدام الاستقراء والاستنباط المنطقي متجنبا طرق التناقض وملتزما بالوسط العدل فأسأل العلة الغائية أن تقبل هذا الاستدلال وأن تجعله معلولا خالصا لرضاها وعلة للنفع العام۔

يا واجب الوجود احفظني وأهلي وذريتي وأساتذتي وأحبتي والكل المجموعي لأمة محمد من جميع الموانع والفتن واجعل حب الآل والصحابة صفة لازمة في قلوبنا واجمعنا بهم في أعلى مراتب عالم العقول والأرواح ۔

زہریلے بیج اور اجنبی مسافر

کہا جاتا ہے کہ کسی دور میں ایک نہایت سرسبز اور شاداب باغ تھا جس کے درختوں کی جڑیں مضبوط اور پھل خالص تھے ایک دن ایک اجنبی مسافر خاموشی سے اس باغ میں داخل ہوا جس کا واحد مقصد اس باغ کی وحدت اور فطری حسن کو تباہ کرنا تھا اس مسافر نے انتہائی عیاری سے باغ کے عین وسط میں ایک ایسا زہریلا بیج بو دیا جس کی جڑیں نہایت تیزی سے پھیلنے والی تھیں اور پھر وہ اپنا تخریبی کام مکمل کر کے وہاں سے رفوچکر ہو گیا کچھ عرصے بعد اس بیج سے ایک ایسی بیل (پھیلنے والا پودا) نمودار ہوئی جو بظاہر بہت پرکشش تھی لیکن درحقیقت وہ ایک مہلک اور زہریلی بیل (پھیلنے والا پودا) تھی جو اردگرد کے اصل درختوں کی خوراک چوس کر انہیں اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہی تھی جب باغ کے دانا اور سمجھدار رکھوالوں نے اس خاموش تباہی کو محسوس کیا اور لوگوں کو متنبہ کیا کہ یہ اسی تخریب کار مسافر کی بوئی ہوئی زہریلی بیل (پھیلنے والا پودا) ہے تو اس بیل (پھیلنے والا پودا) کے پتوں سے عقیدت رکھنے والے کچھ سازشی عناصر نے ایک عجیب و غریب حربہ استعمال کیا انہوں نے اس زہریلی

بیل (پھیلنے والا پودا) کو جڑ سے اکھاڑنے کے بجائے الٹا یہ دعوی شروع کر دیا کہ وہ اجنبی مسافر تو محض ایک دیومالائی اور فرضی کہانی ہے اور در حقیقت ایسا کوئی شخص کبھی اس باغ میں آیا ہی نہیں تھا ان کا اصل مقصد اور گہری سازش یہ تھی کہ اگر اس بیج بونے والے تخریب کار کا وجود ہی سرے سے جھٹلا دیا جائے تو اس بیل (پھیلنے والا پودا) کے زہریلے پن اور اس کے اجنبی ہونے پر کوئی سوال ہی نہیں اٹھا سکے گا اور یوں لوگ اس خطرناک بیل (پھیلنے والا پودا) کو باغ کا اپنا قدرتی اور اصلی حصہ سمجھ کر ہمیشہ کے لیے قبول کر لیں گے یہ دراصل ایک سوچی سمجھی چال تھی تاکہ باغ کا شیرازہ بکھیرنے اور اس کی مضبوط جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا یہ مذموم عمل بلا روک ٹوک جاری رہے۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

سوشل میڈیا اور فتنے کا جدید دور

سوشل میڈیا کی ترقی نے جہاں چند لمحوں میں اللہ اکبر جیسی مقدس صداؤں کو پوری دنیا تک پہنچانا ممکن بنایا وہاں اس کا نہایت بھیانک پہلو یہ ہے کہ اس ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے مفسدین نے اپنے فتنوں کو پھیلانے کے لیے بھی اس کا بھرپور استعمال کیا ہے ہم آج جس دور سے گزر رہے ہیں بدقسمتی سے یہ افراط و تفریط کا دور ہے اور سنجیدہ و معتدل نظریات کے حاملین کی تعداد نسبتاً کم ہونے لگی ہے جو افراط و تفریط سے پاک بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اب معاملہ یہ ہے کہ زندگی کا ہر شعبہ چاہے اس کا تعلق عقیدے سے ہو عمل سے ہو یا دنیاوی امور سے ہو افراط یا تفریط سے خالی نہیں رہا سوشل میڈیا کی عام رسائی نے بعض لوگوں کے ذہنوں پر اتنا غلبہ پا لیا ہے کہ وہ میڈیا کے ہر پروپیگنڈے کا شکار ہونے لگ گئے ہیں حالانکہ اس میدان میں دلائل کی مضبوطی کے بجائے کثرت ویوز پر فیصلے ہوتے ہیں نظریات کے استحصال پر مبنی ہر پوسٹ سے پہلے سوچا جاتا ہے کہ کون سا انداز کون سا کام اور کون سی بات آج کل مارکیٹ میں بک رہی ہے جو چورن زیادہ بکتا ہے اسی کو موضوع گفتگو بنایا جاتا ہے ویوز کے حصول کے لیے اخلاقیات کے دائرے سے نکلنا بھی ایک عام سی بات ہو گئی ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ایک معمولی ٹک ٹاکر بھی آسانی سے عبداللہ ابن سبا سے بھی بڑا فتنہ کھڑا

کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے حالانکہ سوشل میڈیا دراصل ایک پنساری کی دکان کی مانند ہے جہاں زہر بھی ہے اور تریاق بھی آگ بھی ہے اور پانی بھی غلاظت کے ساتھ طہارت بھی ہے اور تاریکی کے ساتھ روشنی بھی موجود ہے جس طرح پنساری کی دکان سے درست دوا کے انتخاب کے لیے ایک ماہر حکیم کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح سوشل میڈیا کے اس بازار میں ہر شخص حکیم نہیں بن سکتا اگر اس دکان کے ہر دعویدار کو حکیم سمجھ لیا جائے تو معاشرے میں گاہکوں میں شفا بانٹنے کے بجائے ان کے نظریاتی جنازے اٹھنے لگیں گے مفاد پرست عناصر اسی دکان اور ناواقف گاہکوں کی ناواقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امت کے سواد اعظم کے خلاف اپنے فاسد خیالات پھیلاتے ہیں اور جو دکھتا ہے وہ بکتا ہے کے اصولوں پر طرح طرح کے حیلے بہانے تراش کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں ایک استاد سے سنا تھا کہ شیطان نیکی کے 99 راستے دکھا کر ایک گمراہی کا راستہ بتاتا ہے لیکن وہ ایسا راستہ ہوتا ہے کہ ان ننانوے کو بھی بہالے جاتا ہے اسی طرح یہ لوگ بظاہر دلائل کا فریب دے کر گمراہ کرتے ہیں کیونکہ فریب کے بھی ماہرین ہوتے ہیں جیسے کسی اے ٹی ایم کو لوٹنے والے بھی کوئی جاہل ان پڑھ یا سادہ نہیں بلکہ اعلی تعلیم یافتہ اور ڈگری ہولڈر سافٹ ویئر انجینئر ہوتے ہیں بالکل اسی طرح نظریاتی فریب دینے والے اور غیر محسوس انداز میں سواد اعظم سے جدا کرنے والے بھی اپنے اپنے فن کے ماہر ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کہاں پر کیسے فریب دینا ہے اور کس کو کہاں پر کس وقت نظریاتی لحاظ سے گمراہ کرنا آسان ہوگا تاکہ امت مسلمہ اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی جاسکیں اور اس راوی میں بہنے والے گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ کوئی بہت بڑی دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

فکری محاذ آرائی اور معاشرتی بحران

اس صورتحال میں اہل بیت اور صحابہ کرام کی مقدس جماعت بھی محفوظ نہیں رہی ایک طرف رفض کی کارستانیاں اور ان کا غلو موجود ہے تو دوسری طرف نواصب کے زہر آلود تیر بھی معاشرے میں بڑے پیمانے پر پیوست ہوتے جارہے ہیں اس کے ساتھ یزیدیت کا عنصر جلتی پر تیل کا کردار ادا کر رہا ہے یہ تمام فتنے اس گنگا میں

کو دنے کے لیے ہمہ وقت مستعد و تیار رہتے ہیں صحابہ کرام اور اہل بیت کو متنازع بنانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں اور ایسے طریقوں کو اپنایا جاتا ہے جس سے غیر شعوری طور پر نواصب روافض اور یزیدیت اپنے مخصوص عقائد کے لیے زمین ہموار کر کے اس پر گمراہی کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو پھر سادہ لوح مبتدین یا تحقیق سے دور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسایا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اکابر امت سے بد ظن کر کے انہیں گمراہی کی بھول بھلیوں میں دھکیل دیا جاتا ہے یہ صورت حال کسی اچھے مستقبل کی علامت نہیں بلکہ حقیقتاً اس معاشرے کے نوجوان نظریاتی طور پر بہت پریشان کن حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔

عبد اللہ ابن سبا حقیقت یا افسانہ

اسی تناظر میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک بڑا سوال یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ عبد اللہ ابن سبا کون تھا؟ کیا اس کا وجود تھا یا یہ محض ایک دیومالائی قصہ تھا بد قسمتی سے آج ایک منظم طریقے سے یہ بیانیہ پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کو اتنے منظم اور تاکیدی انداز میں پیش کیا جاتا ہے جیسے دارین میں نجات بس اسی پر منحصر ہے پھر رفتہ رفتہ سادہ لوح لوگ اور تحقیق سے غیر متعلقہ افراد اسے سچ مان لیتے ہیں اس سازش کا گہرا مقصد یہ ہے کہ جب ابن سبا کو فرضی شخص قرار دینے میں کامیابی مل جائے گی تو اس کے پیدا کردہ تاریخی انتشار پر کوئی سوال نہیں اٹھا سکے گا اور لوگ اس بیج سے پھوٹنے والی بیل (پھیلنے والا پودا) کو باغ کا قدرتی حصہ سمجھ کر قبول کر لیں گے اس کام میں بعض لوگ تو جان بوجھ کر ایک مقصد کے تحت کام کر رہے ہوتے ہیں جبکہ بعض لوگ نادانستگی میں یا خاندانی تعصبات نظریاتی یا نفسیاتی بیماری اور ناقص مطالعے کے سبب ان کے معاون بن جاتے ہیں۔

علمی اثبات اور اعتدال کا راستہ

قران و سنت اور اہل بیت و صحابہ کی محبت اہل سنت والجماعت کے معتدل مزاج کی بنیاد ہے جو شخص ان ہستیوں کی محبت کو حقیقی طور پر اپنا لے وہ انحراف یا شدت پسندی کا شکار نہیں ہوتا اسی اعتدال اور حقائق کی روشنی میں یہ ضروری سمجھا کہ جذبات سے ہٹ کر خالصتاً تاریخی اور علمی ماحول میں دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ عبد اللہ

ابن سبا کوئی فرضی کردار نہیں ہے یہ ایسی حقیقت ہے کہ منکرین بھی دلیل کی دنیا میں اس کا انکار نہیں کرسکتے اس مختصر مقالے کا مقصد اسی ناپاک وجود کا اثبات ہے اس گفتگو سے کسی طبقے کی دل آزاری یا کسی شخص کی تنقیص ہر گز مقصود نہیں بلکہ تاریخی حقیقت کو اہل علم کے انداز میں وقت کی ضرورت کے مطابق آگے منتقل کرنا ہے تاکہ محبین اہل بیت وصحابہ کے لئے حقائق تک رسائی ممکن ہوسکے۔

دو تاریخی نظریات کا تقابلی جائزہ

تاریخ اسلام میں عبد اللہ بن سبا کا وجود ایک علمی اور تحقیقی بحث کا موضوع رہا ہے جس کے حوالے سے دو متضاد نظریات پائے جاتے ہیں پہلا اور انتہائی مضبوط نظریہ قائلینِ وجود کا ہے جس کے مطابق ابن سبا ایک حقیقی تاریخی کردار تھا جس نے عہد عثمانی میں فتنہ انگیزی کی اور حضرت علی کے بارے میں غلو آمیز نظریات پیش کیے اس ٹھوس موقف کی تائید میں قدیم مورخین جیسے طبری اور بلاذری وغیرہ اور صف منکرین کے بے شمار علماء جیسے نوبختی اور کشی کے ساتھ ساتھ ائمہ اہل بیت کی وہ روایات ہیں جن میں اس پر صریح لعنت بھیجی گئی ہے جو اس کے حقیقی وجود کی ناقابل تردید دلیل ہے اس کے برعکس دوسرا اور انتہائی کمزور نظریہ منکرینِ وجود کا ہے جو حسب معمول محض مفروضوں کی بنیاد پر اسے ایک افسانوی اور فرضی کردار قرار دیتے ہیں جدید دور کے مستشرقین اور بعض دیگر قلمکار جیسے عسکری صاحب وغیرہ بھی اسی راہ کی راہی ہیں ان کے خیال میں یہ کردار محض سیاسی مقاصد کے لیے وضع کیا گیا تھا ان منکرین کی سب سے بڑی اور کمزور دلیل یہ ہے کہ اس داستان کا راوی سیف بن عمر ناقابل اعتبار ہے لیکن علمائے حق اور قائلین کے نزدیک یہ اعتراض اس لیے یکسر باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ابن سبا کا واضح تذکرہ ایسی کئی اسناد سے بھی ثابت ہے جن میں سیف بن عمر سرے سے شامل ہی نہیں۔

منکرین ابن سبا کے پس پردہ عزائم

عبد اللہ بن سبا کے وجود کا انکار محض ایک سادہ تاریخی اختلاف نہیں بلکہ اس کے پیچھے انتہائی گہرے اور خطرناک مسلکی سیاسی اور فکری مقاصد کار فرما ہیں جن کا براہ راست ہدف مسلمانوں کے متفقہ عقائد اور تاریخ اسلام کے درخشاں چہرے کو مسخ کرنا ہے اس انکار کی سب سے بڑی اور گھناؤنی سازش یہ ہے کہ سیدنا عثمان غنی کی مظلومانہ

شہادت اور اس کے بعد پیدا ہونے والے خونی انتشار کو ایک حقیقی بیرونی یہودی سازش کے بجائے براہ راست صحابہ کرام کی باہمی چپقلش اور دنیاوی اقتدار کی ہوس قرار دیا جائے تاکہ ان مقدس ہستیوں کے مقام و مرتبہ پر کاری ضرب لگائی جاسکے اور انہیں امت کے سامنے خدانخواستہ مطعون کیا جاسکے۔

غیر منطقی و غیر معقول انکار

دوسری طرف یہ غیر منطقی و غیر معقول انکار اہل بیت اطہار کے مقام اور ان کی فراست کو بھی شدید مجروح کرتا ہے کیونکہ مستند رجالی روایات کے مطابق ائمہ اہل بیت نے عبداللہ بن سبا پر صریح لعنت بھیجی ہے لہذا اگر اس کردار کو محض ایک دیومالائی افسانہ مان لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ائمہ اہل بیت ایک غیر موجود اور خیالی شخص پر لعنت بھیجتے رہے جو ان ائمہ کی صداقت اور علمی مرتبے پر براہ راست حملہ ہے مزید برآں اس مفروضے کے ذریعے دراصل مستشرقین اور اغیار کے اس بیانیے کو شعوری یا لاشعوری طور پر تقویت دی جاتی ہے کہ اسلام میں غلو اور امت کا ابتدائی انتشار مسلمانوں کے اپنے اندر سے پیدا ہوا اور اس میں کسی بیرونی دشمن کی کوئی سازش نہیں تھی۔

محبت اہل بیت کی آڑ میں تخریب

محبت اہل بیت کی آڑ میں اس تخریب کار کے وجود کو افسانہ قرار دینا دراصل اپنے مخصوص نظریات کو یہودی اثرات سے پاک ثابت کرنے کے لیے ایک طرف جلیل القدر مورخین کے مستند علمی ورثے کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش ہے اور دوسری طرف اصل مجرموں کو بچا کر تاریخ کو مسخ کرنا ہے یہ رویہ نہ صرف سراسر غیر معقول ہے بلکہ اغیار کی کھلی نمائندگی اور ان کے ساتھ بے جا ہمدردی کے مترادف ہے جس سے ہر باشعور قاری کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ابن سبا کا انکار کوئی اعلیٰ علمی تحقیق یا محبت اہل بیت کا لازمہ نہیں بلکہ دین کی مضبوط بنیادوں صحابہ کرام کی عظمت عدالت ثقاہت اور اہل بیت کی طہارت پر ایک گہری اور سوچی سمجھی وار ہے۔

رجال کشی و امام جعفر صادقؒ کا مقام

تفصیل میں جانے سے قبل دو بنیادی اصولوں کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اول یہ کہ ہم سرِ دست جس کتاب سے عبداللہ بن سبا کے وجود کے ثبوت پیش کر رہے ہیں وہ رجال کشی ہے جو منکرین ابن سبا کے ہاں علم رجال کی قدیم ترین اور مستند ترین کتب میں اعلیٰ ترین مقام رکھتی ہے اور آج تک منکرین کے تمام بڑے محققین راویوں کو پرکھنے اور تاریخی حقائق کے تعین کے لیے اسی کتاب پر کلی اعتماد کرتے رہے ہیں۔

دوم یہ کہ ان مستند روایات میں جن ہستیوں کا تذکرہ ہے ان میں سر فہرست امام جعفر صادقؒ کی ذات گرامی ہے جن کے بے مثال علمی روحانی اور فکری مقام پر اہل سنت اور مکتب منکرین ابن سبا دونوں مکاتب فکر کا مکمل اور غیر متزلزل اتفاق ہے آپؒ علم و طہارت کا وہ منبع ہیں جن سے امت کے بڑے بڑے ائمہ اور فقہا نے فیض حاصل کیا لہٰذا جب رجال کشی جیسی کتاب میں امام جعفر صادقؒ جیسی صادق و امین ہستی کی زبانی عبداللہ بن سبا کا واضح ذکر اور اس کے باطل عقائد پر شدید لعنت ثابت ہو جائے تو پھر کسی بھی منکرِ ابن سبا کے لیے اس کے تاریخی وجود کو جھٹلانا یا اسے محض ایک فرضی کہانی قرار دینا علمی اور عقلی اعتبار سے ایک سوالیہ نشان ہے۔

امام محمد باقرؒ کی زبانی ابن سبا کے وجود کا ثبوت

حدثني محمد بن قولويه القمي قال حدثني سعد بن عبد اللّه بن أبي خلف القمي قال حدثني محمد بن عثمان العبدي عن يونس بن عبد الرحمن عن عبد اللّه بن سنان قال حدثني أبي عن أبي جعفر عليه السلام ان عبد اللّه بن سبأ كان يدعى النبوة و يزعم أن أمير المؤمنين عليه السلام هو اللّه تعالى عن ذلك فبلغ ذلك أمير المؤمنين عليه السلام فدعاه و سأله فأقر بذلك و قال نعم أنت هو و قد كان ألقى في روعي أنك أنت اللّه و أني نبي فقال له أمير المؤمنين عليه السلام ويلك قد سخر منك الشيطان فارجع عن هذا ثكلتك أمك و تب فابى فحبسه و استتابه ثلاثة أيام فلم يتب فأحرقه بالنار و قال ان الشيطان استهواه فكان يأتيه و يلقي في روعه ذلك۔[1]

ترجمہ:۔ مجھ سے محمد بن قولویہ القمی نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے سعد بن عبداللہ بن ابی خلف القمی نے انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن عثمان العبدی نے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے عبداللہ بن سنان

---

[1] اختیار معرفۃ الرجال المعروف برجال الکشي، محمد بن عمر الکشي، مؤسسۃ آل البیت علیھم السلام، مطبعۃ بعثت، قم، 1404ھ، ج1، ص323

سے انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے امام ابو جعفرؒ سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا نبوت کا دعویدار تھا اور اس کا یہ باطل گمان تھا کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی خدا ہیں اللہ اس سے بہت بلند اور پاک ہے جب یہ بات امیر المومنین رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے دریافت کیا اس نے اقرار کیا اور کہا ہاں آپ ہی وہ خدا ہیں اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ آپ خدا ہیں اور میں نبی ہوں اس پر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ پر وائے ہو شیطان نے تجھے بیوقوف بنادیا ہے اس باطل عقیدے سے رجوع کر تیری ماں تجھے روئے توبہ کر لیکن اس نے انکار کیا آپ نے اسے قید کر دیا اور تین دن تک توبہ کی مہلت دی مگر اس نے توبہ نہیں کی تب آپ نے اسے آگ میں جلا دیا اور فرمایا شیطان نے اسے گمراہ کر دیا تھا وہ اس کے پاس آتا تھا اور اس کے دل میں یہ باتیں ڈالتا تھا۔

امام جعفر صادقؒ کی زبانی ابن سبا کے انجام کا ذکر

حدثني محمد بن قولويه قال حدثني سعد بن عبد اللّه قال حدثنا يعقوب بن يزيد و محمد بن عيسى عن ابن أبي عمير عن هشام بن سالم قال سمعت أبا عبد اللّه عليه السّلام يقول و هو يحدث أصحابه بحديث عبد اللّه بن سبأ و ما ادعى من الربوبية في أمير المؤمنين علي بن أبي طالب فقال انه لما ادعى ذلك فيه استتابه أمير المؤمنين عليه السّلام فأبى أن يتوب فأحرقه بالنار۔[2]

ترجمہ:۔ مجھ سے محمد بن قولویہ نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسی نے ابن ابی عمیر کے واسطے سے انہوں نے ہشام بن سالم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ اپنے اصحاب سے عبد اللہ بن سبا اور اس کے امیر المومنین علی بن ابی طالب کے بارے میں خدائی کے دعوے کا واقعہ بیان کر رہے تھے آپ نے فرمایا جب اس نے یہ دعوی کیا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا پس آپ نے اسے آگ میں جلا دیا۔

---

[2] ایضاً

امام جعفر صادقؒ کی ابن سبا پر لعنت

حدثني محمد بن قولويه قال حدثني سعد بن عبد اللّه قال حدثنا يعقوب بن يزيد و محمد بن عيسى عن علي بن مهزيار عن فضالة بن أيوب الازدي عن أبان بن عثمان قال سمعت أبا عبد اللّه عليه السّلام يقول لعن اللّه عبد اللّه بن سبأ أنه ادعى الربوبية في أمير المؤمنين عليه السّلام و كان و اللّه أمير المؤمنين عليه السّلام عبدا للّه طائعا الويل لمن كذب علينا و أن قوما يقولون فينا ما لا نقوله في أنفسنا نبرأ الى اللّه منهم نبرأ الى اللّه منهم۔[3]

ترجمہ:۔ مجھ سے محمد بن قولویہ نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسی نے علی بن مہزیار کے واسطے سے انہوں نے فضالہ بن ایوب الازدی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی عبد اللہ بن سبا پر لعنت کرے اس نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خدائی کا دعوی کیا تھا حالانکہ خدا کی قسم امیر المومنین رضی اللہ عنہ اللہ کے ایک فرمانبردار بندے تھے تباہی ہو اس شخص کے لیے جو ہم پر جھوٹ باندھے یقینا کچھ لوگ ہمارے بارے میں وہ باتیں کہتے ہیں جو ہم خود اپنے بارے میں نہیں کہتے ہم اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں ہم اللہ کی بارگاہ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

امام زین العابدینؒ کی زبانی ابن سبا پر لعنت

و بهذا الاسناد عن يعقوب بن يزيد عن ابن أبي عمير، و أحمد بن محمد بن عيسى عن أبيه و الحسين بن سعيد عن ابن أبي عمير عن هشام بن سالم عن أبي حمزة الثمالي قال قال علي بن الحسين عليهما السّلام لعن اللّه من كذب علينا اني ذكرت عبد اللّه بن سبا فقامت كل شعرة في جسدي لقد ادعى أمرا عظيما ما له لعنه اللّه كان علي عليه السّلام و اللّه عبدا للّه صالحا أخو رسول اللّه ما نال الكرامة من اللّه الا بطاعته للّه و لرسوله و ما نال رسول اللّه صلّى اللّه عليه و آله الكرامة من اللّه الا بطاعته للّه۔[4]

---

[3] ایضاً

[4] ایضاً

ترجمہ:۔ اور اسی سند کے ساتھ یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے، اور احمد بن محمد بن عیسی نے اپنے والد سے اور حسین بن سعید نے ابن ابی عمیر کے واسطے سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے ہم پر جھوٹ باندھا میں نے عبد اللہ بن سبا کا ذکر کیا تو میرے جسم کا ایک ایک بال کھڑا ہو گیا اس نے ایک بہت بڑے معاملے کا دعوی کیا تھا اسے کیا ہو گیا تھا اللہ اس پر لعنت کرے خدا کی قسم علی علیہ السلام اللہ کے ایک نیک بندے اور رسول اللہ کے بھائی تھے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سوا اللہ کی طرف سے کوئی کرامت حاصل نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی اللہ کی اطاعت کے بغیر اللہ کی طرف سے کوئی کرامت حاصل نہیں کی۔

ابن سبا کے وجود پر ائمہ اہل بیت کا شدید رد عمل

مذکورہ مستند روایات کے مطالعے کے بعد عبد اللہ بن سبا کے وجود کا سب سے بڑا اور نا قابل تردید ثبوت خود ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا شدید ترین رد عمل ہے جو کردار محبت اہل بیت کی آڑ میں دانستہ یا غیر دانستہ اس تخریب کار کو محض ایک فرضی یا دیو مالائی افسانہ قرار دیتے ہیں وہ دراصل لاشعوری طور پر خود ائمہ اہل بیت کی جلالت علمی ان کی بصیرت اور ان کے مقام و مرتبہ پر حملہ کرتے ہیں امام زین العابدینؒ امام محمد باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ جیسی عبقری شخصیات اور طہارت کی پیکر ہستیوں کے بارے میں یہ تصور کرنا بھی محال ہے کہ وہ کسی خیالی اور غیر موجود شخص پر غیظ و غضب کا اظہار کریں گی اور اس پر صریح لعنت بھیجیں گی مستند روایات گواہ ہیں کہ سیدنا امام زین العابدینؒ نے جب اس ملعون کا ذکر کیا تو جلال سے ان کے مبارک جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس پر لعنت فرمائی اسی طرح سیدنا امام جعفر صادقؒ نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس کے باطل عقائد کا تذکرہ کیا بلکہ ایک موقع پر تو اسے جھوٹ گھڑنے میں مسیلمہ کذاب کے برابر قرار دیا اہل بیت اطہار سے سچی عقیدت رکھنے والا کوئی بھی باشعور انسان یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ یہ پاکیزہ اور علم و حکمت کی وارث ہستیاں ایک خیالی بھوت کے خلاف اس قدر سخت الفاظ استعمال کر رہی تھیں ان مقدس اور سچی ہستیوں کی مبارک زبان سے اس ملعون کا باقاعدہ نام لے کر ذکر کرنا اور اس کے عقائد پر بیزاری کا اعلان کرنا اس بات کی سب سے بڑی اور حتمی

دلیل ہے کہ عبداللہ بن سبا کا وجود ایک تلخ تاریخی حقیقت تھا اور اس کا انکار در حقیقت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ارشادات ان کی فراست اور ان کی جلالت کا کھلم کھلا انکار ہے جو کسی بھی محب اہل بیت کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

عدالتی تفصیلات کی روشنی میں ابن سبا کا وجود

جب ہم ان مستند روایات کے دوسرے اہم پہلو پر غور کرتے ہیں تو عبداللہ بن سبا کا وجود محض ایک زبانی تذکرے سے آگے بڑھ کر ایک باقاعدہ عدالتی اور ریاستی کارروائی کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے ان روایات میں سیدنا علی المرتضی کے دربار میں اس تخریب کار کا باقاعدہ پیش ہونا اس سے اس کے باطل عقائد کے بارے میں بازپرس کرنا اور اس کا اپنے جرم یعنی نبوت اور سیدنا علی کی ربوبیت کا دعوی کرنے کا بے باک اقرار کرنا کسی بھی لحاظ سے دیومالائی افسانے یا فرضی کہانی کے اجزا نہیں ہو سکتے ان مستند روایات سے یہ ناقابل تردید حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا علی المرتضی نے ایک عادل حکمران اور منصف کے طور پر اسے فوری سزا نہیں دی بلکہ اسلامی قانون کے عین مطابق اسے توبہ کرنے کے لیے پورے تین دن کی مہلت دی اور اسے قید میں رکھا جب اس نے اس شرعی مہلت کے باوجود اپنے کفر اور غلو سے رجوع کرنے سے صریح انکار کر دیا تو خلیفہ وقت نے اسے عبرتناک سزائے موت دی عقل اور تاریخ کا کوئی بھی طالب علم یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا کہ سیدنا علی جیسی عظیم عادل اور شجاع ہستی نے اپنے دور خلافت میں کسی خیالی شخص کو گرفتار کیا ہو اس سے مکالمہ کیا ہو اسے تین دن قید میں رکھ کر توبہ کی مہلت دی ہو اور پھر کسی غیر موجود سائے پر سزا نافذ کی ہو یہ تمام عدالتی اور انتظامی کارروائیاں اس بات کی سب سے روشن اور ٹھوس دلیل ہیں کہ عبداللہ بن سبا ایک حقیقی اور خطرناک شخص تھا جس نے اسلام کے لبادے میں عقائد کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور جس کا باقاعدہ ریاستی سطح پر قلع قمع کیا گیا لہذا اس تاریخی حقیقت کو جھٹلانا دراصل سیدنا علی المرتضی کے نظام عدل اور ان کی جانب سے کی گئی باقاعدہ ریاستی کارروائیوں کو خیالی قرار دینے کے مترادف ہے جو تاریخ کو مسخ کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔

منکرین کے مفروضے کا ابطال

جب ہم ان روایات کا مجموعی جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عبد اللہ بن سبا کا وجود کسی بیرونی مورخ یا سیف بن عمر کی اختراع نہیں بلکہ یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جو منکرین کے مآخذ میں بھی ہمیشہ سے موجود رہی ہے ان روایات کو نقل کرنے والے راوی جیسے ہشام بن سالم وغیرہ ہیں اور جب ہم یہ مانتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس فتنے کا نام لے کر تذکرہ کیا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ کردار ان کے دور میں ایک مسلمہ فتنہ کے طور پر جانا جاتا تھا۔

نظریاتی خطرے کے طور پر پیش کرنا

ان روایات میں ایک پہلو جو پہلے عنوانات میں شاید مکمل طور پر واضح نہ ہو سکا وہ یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس کے وجود کو صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک نظریاتی خطرے کے طور پر پیش کیا امام جعفر صادقؒ کا اسے مسیلمہ کذاب سے تشبیہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بیت اس کے کردار کو اسلام کی جڑ کاٹنے والی سازشوں میں سے ایک مانتے تھے یہی وہ مقام ہے جہاں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر یہ کردار محض افسانہ ہوتا تو ائمہ کے لیے اس کا ذکر کرنا اس کے باطل عقائد پر لعنت بھیجنا اور اسے مسیلمہ جیسے کذاب سے موازنہ کرنا ان کی علمی شان اور عصمت کے تقاضوں سے مطابقت نہ رکھتا۔

یہودیت کا تحفہ

مزید برآں ان روایات کی روشنی میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ منکرین میں بعض مبنی بر غلو نظریات کی بنیاد بھی یہودیت کا تحفہ ہے ائمہ کرامؒ نے ابن سبا کے یہودیت سے تعلق اور اس کے باطل غلو کو اپنے لیے ایک داغ سمجھ کر صاف صاف مسترد کیا اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے لہٰذا ان روایات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ ابن سبا کا کوئی وجود نہیں در حقیقت مستند روایات اور ائمہ کی فراست کو ہی رد کرنا ہے یہ روایات خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ اہل بیت اطہار نے اس فتنے کو پہچانا اس کا مقابلہ کیا اور اپنے پیروکاروں کو اس کے شر سے خبردار کیا۔

رجال کشی کے روایات کا خلاصہ

رجال کشی سے منقول چار روایات اور ان پر مبنی تین بنیادی دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن سبا کا تاریخی وجود ایک اٹل حقیقت ہے ائمہ اہل بیتؑ کا اس فتنے کے خلاف شدید رد عمل اور اس پر لعنت و بیزاری کا اظہار اس بات کا حتمی ثبوت ہے کہ یہ کوئی افسانوی کردار نہیں تھا بلکہ ایک ایسا حقیقی فتنہ گر تھا جس کے شر سے ائمہ اہل بیت نے امت کو خبر دار کیا سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دربار میں اس کا پیش ہونا اور ان کی جانب سے سزا کا نفاذ کسی دیومالائی داستان کا حصہ نہیں بلکہ ایک عادل حاکم کی باقاعدہ ریاستی کارروائی تھی منکرینِ ابن سبا کے قدیم اور مستند ترین ماخذ رجال کشی میں اس کا تذکرہ یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ کردار کسی بیرونی مورخ کی اختراع نہیں بلکہ ائمہ اہل بیت کے حلقہ درس میں ایک تاریخی حقیقت کے طور پر موجود تھا لہذا ان تمام ٹھوس شواہد اور ائمہ کرام کے ارشادات کی موجودگی میں اس وجود کا انکار در حقیقت ائمہ اہل بیت کی فراست اور ان کی سیرت کے ان اہم پہلوؤں کو رد کرنے کی جسارت ہے جو ہمیں حق اور باطل میں فرق سکھاتے ہیں۔

افسانہ یا بغض و عناد کی عمارت

محترم قارئین ہر دور کی طرح آج بھی مخصوص نظریات کا حامل گروہ اور ان کے ہمنوا افراد عبد اللہ بن سبا کے تاریخی وجود کا انکار کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اس مذموم کوشش میں مستشرقین نے بھی اپنا بھرپور حصہ ڈالا ہے اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے ان سب کی اولین اور مشترکہ کوشش یہ ہے کہ کسی طرح سادہ لوح عوام اور تحقیق کے میدان سے دور رہنے والے افراد کو اپنے اس فکری جال میں پھنسا کر ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ عبد اللہ بن سبا کا وجود محض ایک افسانہ اور من گھڑت کہانی ہے جب یہ گروہ اور مستشرقین سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بے بنیاد نظریہ اتارنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ان کے لیے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے درمیان دشمنی اور محاذ آرائی کا تاثر پیدا کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے اسی بنیاد پر وہ جلیل القدر صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کے دروازے کھول دیتے ہیں اور جب ایسے سادہ لوح افراد کے سامنے سوشل میڈیا یا مختلف تحریروں کی صورت میں مسخ شدہ تاریخی ٹکڑے پیش کیے جاتے ہیں تو چونکہ ان کے ذہنوں میں مستشرقین اور منکرین کی طرف سے ابن سبا کے افسانہ ہونے کا بیج پہلے

ہی بویا جا چکا ہوتا ہے اس لیے ان کے دل و دماغ میں صحابہ کرام کے خلاف بغض و عناد کی عمارت کھڑی کرنا اور حقائق کو چھپانا ان کے لیے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

ابن سبا اور مؤرخ طبری

تاریخ کے عمیق مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ منکرین ابن سبا کی جانب سے بچھایا گیا یہ جال نہایت کمزور اور بے بنیاد ہے کہ اس تخریب کار کا تذکرہ محض مورخ طبری نے سیف بن عمر کے واسطے سے کیا ہے حقیقت اس مفروضے کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اسلامی تاریخ کے اوراق میں ایسے کئی نامور اور مستند مورخین موجود ہیں جنھوں نے ابن سبا کے احوال کو اپنی کتب میں سے درج کیا ہے ان جلیل القدر مورخین میں محمد بن یحیی مالقی اور ذہبی جیسے عظیم نام شامل ہیں ذہبی نے جو تذکرہ کیا ہے وہ تو طبری کی تاریخ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہیں اسی طرح مشہور مورخ حافظ ابن عساکر نے بھی اپنی تصنیف میں عبد اللہ بن سبا کا تذکرہ کیا ہے تاریخ کے کسی بھی سنجیدہ طالب علم یا محقق پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ ابن سبا کی خبریں صرف ایک ماخذ یا ایک راوی تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ ایک مسلمہ اور متواتر تاریخی حقیقت ہے جسے امت کے کئی ثقہ مورخین نے مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے لہذا منکرین کی جانب سے چھوڑا گیا یہ شوشہ کہ ابن سبا کی داستان محض طبری کی پیداوار ہے علمی اور تاریخی کسوٹی پر مکمل طور پر ناکام اور باطل ثابت ہوتا ہے۔

ابن سبا اور راوی سیف بن عمر

منکرین ابن سبا کا دوسرا بڑا دعوی یہ ہے کہ اس فتنے کی خبریں محض راوی سیف بن عمر کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور علمائے رجال نے اسے متروک منکر اور زندیق قرار دیا ہے ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ اسماء الرجال کی کتب میں سیف بن عمر پر شدید نقد موجود ہے لیکن اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جسے یہ منکرین جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں علم حدیث اور تاریخ کے عظیم نقاد حافظ ابن حجر عسقلانی جنھیں امیر المومنین فی الحدیث اور حافظ دنیا کہا جاتا ہے اور جو فتح الباری اور الاصابۃ جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں انہوں نے سیف بن عمر کی حیثیت کو نہایت شاندار انداز میں واضح کیا ہے حافظ ابن حجر صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں

سيف ابن عمرالتميمي صاحب كتاب الردة ويقال له الضبي ويقال غير ذلك الكوفي ضعيف في الحديث عمدة في التاريخ ۔[5]

کہ یہ شخص حدیث کے معاملے میں تو ضعیف ہے لیکن تاریخ بیان کرنے میں نہایت عمدہ اور قابل اعتبار ہے ظاہر ہے کہ تاریخ کے کسی مورخ کی صداقت کے لیے کوئی آسمانی وحی تو نہیں آئے گی بلکہ جرح وتعدیل کے ائمہ کے فیصلوں کو ہی پر کھا جائے گا اور کسی راوی کا ایک فن یعنی علم حدیث میں ضعیف اور دوسرے فن یعنی علم تاریخ میں ماہر ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے ہمارا مقصد یہاں سیف بن عمر کا کوئی غیر مشروط دفاع کرنا نہیں کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابن سبا کی تاریخ صرف اسی ایک راوی پر موقوف نہیں تاہم جب بھی منکرین کی ایسی تحریریں سامنے آئیں تو قاری کے علم میں یہ بات ضرور ہونی چاہیے کہ تاریخ کے میدان میں سیف بن عمر ایک ماہر مورخ بھی مانا گیا ہے اور محض حدیث میں اس کے ضعیف ہونے کی آڑ لے کر اس کی بیان کردہ تاریخی روایات کو یکسر مسترد کر دینا علمی دیانت کے خلاف ہے۔

تنہا راوی ہونے کا فریب

منکرین ابن سبا کا ایک اور بڑا دعویٰ یا حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شعوری طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس فتنے کے تمام حالات اور اخبار ہم تک پہنچنے کا واحد ذریعہ صرف ایک راوی سیف بن عمر ہے ان کی اولین کوشش یہی ہوتی ہے کہ قاری اور سامع کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ تاریخ کے اتنے بڑے واقعے کو بیان کرنے والا تنہا یہی ایک شخص ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی علم رجال کی وہ بحثیں چھیڑ دی جاتی ہیں جن میں سیف بن عمر پر شدید نقد کیا گیا ہے اس حکمت عملی کا مقصد نہایت واضح ہے کہ جب ایک سادہ لوح قاری کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اس ساری داستان کا راوی صرف ایک ہے اور وہ بھی محدثین کے نزدیک سخت جرح کا شکار ہے تو اس کے لیے اس پورے تاریخی واقعے کو محض ایک افسانہ تسلیم کر لینا نہایت آسان ہو جاتا ہے اور یوں منکرین اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں حالانکہ تاریخی حقیقت اس فریب کے بالکل برعکس ہے

[5] تقریب التهذیب، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، 773-852ھ، تحقیق محمد عوامة، دار الرشید، سوریا، الطبعة الأولى، 1406ھ، 1986م، ص262، ذکر من اسمه سعید إلى آخر حرف السين

کیونکہ تاریخ کے اوراق میں ابن سبا کے حوالے سے ایسی کئی مضبوط اور عمدہ روایات موجود ہیں جن میں سیف بن عمر کا سرے سے کوئی تذکرہ ہی نہیں اور یہ روایات دیگر نہایت ثقہ راویوں سے منقول ہیں جن میں سے چند ایک ہم آگے چل کر بطور نمونہ پیش کریں گے تا کہ اس فریب کا مکمل طور پر خاتمہ ہو سکے۔

جلیل القدر صحابی کی عینی شہادت

وعن أبي نعيم محمد بن عبد الواحد بن عبد العزيز أنا علي بن محمد بن خزفة قالا نا محمد بن الحسن نا ابن أبي خيثمة نا محمد بن عباد نا سفيان عن عمار الدهني قال سمعت أبا الطفيل يقول رأيت المسيب بن نجبة أتى به ملببة يعني ابن السوداء وعلي على المنبر فقال علي ما شأنه فقال يكذب على الله وعلى رسوله۔[6]

ترجمہ:۔ ابو نعیم محمد بن عبد الواحد بن عبد العزیز سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں علی بن محمد بن خزفہ نے خبر دی ان دونوں نے کہا ہمیں محمد بن الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں ابن ابی خیثمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عباد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی وہ عمار الدہنی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے ابو الطفیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے مسیب بن نجبہ کو دیکھا کہ وہ ابن السوداء یعنی عبد اللہ بن سبا کا گریبان سختی سے پکڑے ہوئے لائے اس وقت حضرت علی منبر پر تشریف فرما تھے حضرت علی نے پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے تو مسیب نے جواب دیا یہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتا ہے۔

تفصیل

اس روایت کی سند اور متن پر گہری نظر ڈالنے سے منکرین ابن سبا کا یہ کھوکھلا دعوی خود بخود دم توڑ جاتا ہے کہ اس فتنے کی تمام روایات صرف ایک ہی راوی سیف بن عمر سے منقول ہیں اس مستند روایت کے راویوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں سب سے جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ کی عینی شہادت موجود ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں ان کے بعد عمار الدہنی جیسے عظیم راوی ہیں جنہیں امام احمد

---

[6] تاریخ مدینۃ دمشق، علي بن الحسن ابن عساکر، 499-571ھ، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1415ھ، 1995م، ج29، ص7، عبد اللہ بن سالم بن عبد اللہ ویقال ابن عبد الرحمن الکاتب

یحیی بن معین اور امام نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے اور وہ صحیح مسلم وغیرہ کے بھی راوی ہیں اسی طرح سفیان بھی ثقاہت کا ایک مضبوط پہاڑ ہیں جبکہ محمد بن عباد المکی امام سفیان بن عیینہ کے مقتدر اور قابل اعتماد شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں مزید بر آں ابن ابی خیثمہ تاریخ اور علم رجال کے بہت بڑے امام ہیں جنہیں امام دار قطنی اور خطیب بغدادی نے ثقہ حافظ اور عالم کے شاندار القابات سے یاد کیا ہے ان کے علاوہ محمد بن الحسن اور علی بن محمد بن خزفہ بھی معروف اور ثقہ راوی ہیں اور ابو نعیم محمد بن عبد الواحد بھی طبقہ شیوخ میں انتہائی ثقہ اور معتبر ہیں لہذا اس مضبوط سند میں کوئی ایسا راوی نہیں جس پر جھوٹ کا الزام لگایا جاسکے اگرچہ منکرین کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں مگر علم حدیث کے کڑے معیار پر یہ روایت نہایت مضبوط مقام رکھتی ہے۔

ابن سبا ایک خطرناک مجرم

دوسری طرف اس روایت کے متن میں ملببۃ کا جو مخصوص لفظ استعمال ہوا ہے وہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس کا مطلب کسی مجرم کو گردن کے پاس سے گریبان پکڑ کر نہایت سختی سے گھسیٹتے ہوئے لانا ہے یہ منظر اس بات کی حتمی دلیل ہے کہ کوفہ کے عظیم تابعی حضرت مسیب بن نجبہ نے ابن السوداء یعنی عبد اللہ بن سبا کو محض ایک عام انسان کی طرح پیش نہیں کیا بلکہ اس کے انتہائی گستاخانہ اور کفریہ نظریات کی وجہ سے اسے ایک خطرناک مجرم کی طرح گھسیٹ کر خلیفہ وقت سیدنا علی المرتضی کے منبر کے سامنے لا کھڑا کیا یہ تاریخی حقیقت ابن سبا کے وجود کو ایک ناقابل تردید سچائی کے طور پر ثابت کرتی ہے۔

صحابہ کی گستاخی اور امیر المؤمنین کی براءت

أخبرنا أبو محمد بن طاوس وأبو يعلى حمزة بن الحسن بن المفرج قالا أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا أبو محمد بن أبي نصر أنا خيثمة بن سليمان نا أحمد بن زهير بن حرب نا عمرو بن مرزوق أنا

شعبة عن سلمة بن كهيل عن زيد قال قال علي بن أبي طالب ما لي ولهذا الحميت[7] الأسود يعني عبد الله بن سبأ وكان يقع في أبي بكر۔[8]

ترجمہ:۔ ہمیں ابو محمد بن طاؤس اور ابو یعلی حمزہ بن الحسن بن المفرج نے خبر دی ان دونوں نے کہا ہمیں ابو القاسم بن ابی العلاء نے خبر دی انہیں ابو محمد بن ابی نصر نے خبر دی انہیں خیثمہ بن سلیمان نے خبر دی ان سے احمد بن زہیر بن حرب نے بیان کیا ان سے عمرو بن مرزوق نے بیان کیا انہیں شعبہ نے خبر دی وہ سلمہ بن کہیل سے اور وہ زید سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا میرا اس کالے رنگ والے شخص (یعنی عبد اللہ بن سبا) سے کیا واسطہ؟ اور وہ عبد اللہ بن سبا حضرت ابو بکر کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔

تفصیل

اس روایت کی سند اور متن پر گہری نظر ڈالنے سے منکرین ابن سبا کا یہ دعوی مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص محض سیف بن عمر کی ایجاد ہے تاریخ کے عظیم امام ابن عساکر جلیل القدر تابعی زید بن وہب کی ایک روایت لائے ہیں جس کی سند نہایت مضبوط اور بے غبار شخصیات پر مشتمل ہے ان راویوں میں عمرو بن مرزوق جیسے ثقہ محدث امام شعبہ بن حجاج جیسے امیر المومنین فی الحدیث اور سلمہ بن کہیل جیسے کوفہ کے مشہور ثقہ امام اور حافظ حدیث شامل ہیں زید بن وہب وہ عظیم تابعی ہیں جنھوں نے زمانہ جاہلیت پایا اور حضرت علی کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں یہ سند اس بات کا کھلم کھلا اعلان کر رہی ہے کہ ابن سبا کا وجود کوئی تاریخی افسانہ نہیں بلکہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔

بابِ العلم کی کمالِ تشبیہ

روایت کا متن اپنے اندر ایک زبردست لغوی شاہکار بھی چھپائے ہوئے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ راویوں نے حضرت علی کے اصل الفاظ کس احتیاط اور دیانت داری سے محفوظ کیے ہیں حضرت علی نے فرمایا میرا اس

---

[7] الحميت الزق ووقع في مختصر ابن منظور الخبيث۔

[8] لسان الميزان، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، 773-852ھ، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت، لبنان، الطبعة الثانية، 1390ھ، 1971م، ج3، ص289، من اسمہ عبد الله، وایضاً تاريخ مدينة دمشق، علي بن الحسن ابن عساكر، 499-571ھ، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، 1415ھ، 1995م

کالے حمیت سے کیا واسطہ ؟ حمیت اس سیاہ چمڑے یا مشکیزے کو کہا جاتا تھا جس میں گھی یا تیل بھرا ہو اور وہ پھولا ہوا ہو حضرت علی کی کمال فراست دیکھیے کہ انہوں نے عبد اللہ بن سبا کے سیاہ رنگ اور اس کے اندر بھری خباثت اور تکبر کو ظاہر کرنے کے لیے اسے حمیت سے تشبیہ دی بعد ازاں جب علامہ ابن منظور نے عام قاری کی سہولت کے لیے اس ثقیل لفظ حمیت کی جگہ الخبیث یعنی گندا اور برا لکھ دیا یہ لغوی باریکی بذات خود اس بات کی حتمی دلیل ہے کہ یہ روایت گھڑی ہوئی نہیں ہے ورنہ کوئی جھوٹا شخص سیدھا خبیث ہی لکھ دیتا حمیت جیسا دقیق لفظ استعمال نہ کرتا۔

ابن سباء کا اصل جرم گستاخی

منکرین کا یہ دعوی کہ ابن سبا محض ایک افسانوی کردار تھا مگر اس مستند روایت میں اس کے اصل جرم کی صراحت بھی موجود ہے راوی نہایت وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ یہ شخص بظاہر حب علی کا جھوٹا دعوی کر کے کوفے میں آیا تھا مگر اس کا اصل مقصد خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کی شان میں گستاخی کر کے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا جب حضرت علی کو اس کی اس خباثت کا علم ہوا تو انہوں نے سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اسے خود سے دور کر دیا ان جلیل القدر ائمہ کی بیان کردہ اس مستند روایت کے سامنے منکرین ابن سبا کی تمام ترچیخ و پکار اور واویلا باطل ہو جاتا ہے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی خیالی کردار نہیں بلکہ ایک حقیقی فتنہ پرور انسان تھا۔

دیگر ثقہ راویوں کی گواہیاں

طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے یہاں محض چند روایات کا تذکرہ کیا ہے لیکن بنیادی طور پر تاریخی مصادر میں سیف بن عمر کے علاوہ بھی کئی ثقہ راویوں اور تابعین نے ابن سبا کا تفصیلی ذکر کیا ہے ان معتبر شخصیات میں سوید بن غفلہ الجعفی جو حضرت علی کے ثقہ اصحاب میں سے تھے ان کے علاوہ امام شعبی متوفی 103 ہجری قتادہ متوفی 117 ہجری ابراہیم نخعی متوفی 96 ہجری اور سالم بن عبد اللہ متوفی 106 ہجری جیسے جلیل القدر ائمہ شامل ہیں جنہوں نے اپنے اپنے مقامات پر ابن سبا اور اس کے پیروکاروں یعنی گروہ سبائیہ کا واضح ذکر کیا ہے مزید برآں کئی ایسے نامور مورخین بھی گزرے ہیں جنہوں نے سیف بن عمر کی مرویات پر انحصار کیے بغیر اس فتنے کو بیان کیا ہے جن میں احمد بن یحیی البلاذری متوفی 279 ہجری کا نام انتہائی نمایاں ہے اہل سنت کے ساتھ ساتھ منکرین کے

مستند مصادر میں بھی حسن بن موسی نوبختی اور سعد بن عبداللہ الاشعری جیسے مصنفین نے اپنی تصانیف میں ان فتنوں کی مکمل تفصیل بیان کی ہے الغرض ان گنت ایسے محققین ومؤرخین ہیں جنھوں نے ابن سبا کے وجود کا انکار نہیں کیا اگر ان سب کے فقط نام ہی شامل کر لئے جائیں تو کئی صفحات کا دامن بھی اسے سمیٹ نہیں پائے گا ان تمام ٹھوس شواہد کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ نہ تو امام طبری کی تاریخ وہ واحد کتاب ہے جس میں ابن سبا کا تذکرہ موجود ہے اور نہ ہی سیف بن عمر وہ تنہا راوی ہے جس نے اس فسادی شخص کے حالات نقل کیے ہیں بلکہ مکتب اہل سنت اور منکرین دونوں کی کتب میں دیگر کئی مورخین اور ثقہ راویوں کے واسطے سے اس کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے لہذا منکرین کا یہ واویلا کہ ابن سبا محض ایک افسانہ یا گھڑی ہوئی داستان ہے علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں قطعا باطل اور بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

اسانید کا مجموعی اور اصولی جائزہ

ان روایات کی اسانید کا مجموعی اور اصولی جائزہ تاریخ کے طالب علموں پر ایک فیصلہ کن حقیقت عیاں کرتا ہے۔

اولاً:۔ ان روایات کی کڑیوں میں صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کے وہ مرکزی اور جلیل القدر راوی موجود ہیں جن کی ثقاہت وعدالت کو ائمہ جرح وتعدیل جیسے امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین کے ہاں حتمی درجہ حاصل ہے اکابر ائمہ کا یہ اعتماد راویوں پر ہونے والی کسی بھی انفرادی یا شاذ تنقید کو از خود کالعدم قرار دے دیتا ہے۔

ثانیاً:۔ ان اسانید میں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ کی موجودگی سند کی صحت کی ایک ایسی مضبوط ضمانت ہے جو اصول حدیث کی رو سے روایت کو ہر قسم کے پوشیدہ انقطاع یا تدلیس کے شکوک وشبہات سے مکمل پاک کر دیتی ہے۔

ثالثاً:۔ سب سے اہم قرینہ یہ ہے کہ ان تاریخی حقائق کو آگے پہنچانے والوں میں کوفہ کے ایسے ثقہ محدثین بھی شامل ہیں جن کے بارے میں بعض ائمہ رجال نے تشیع کی طرف میلان کا ذکر کیا ہے ایک مختلف فکری رجحان رکھنے والے ثقہ راوی کا عبداللہ بن سبا کے وجود اور اس کے فتنوں کو بعینہ بیان کرنا اس بات کا سب سے بڑا اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یہ کردار کسی خاص گروہ کی تخلیق نہیں تھا بلکہ اس وقت کے ہر علمی اور سماجی حلقے میں ایک عیاں تاریخی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا ان تمام ٹھوس متنوع اور غیر سیفی اسانید کے سامنے آنے

کے بعد یہ دعوی کرنا کہ ابن سبا محض سیف بن عمر کی ایجاد ہے علمی اصولی اور تاریخی حقائق سے صریح چشم پوشی ہے۔

ابن سبا کا ابتدائی تعارف

تاریخ اسلام میں عبد اللہ بن سبا ایک انتہائی خطرناک اور فتنہ پرور کردار ہے جس نے پہلی صدی ہجری کے خالص اسلامی معاشرے میں عقائد اور سیاست کے نام پر زہر گھولنے کی کوشش کی مستند تاریخی حوالوں کے مطابق یہ شخص یمن کے دارالحکومت صنعا کا رہنے والا ایک یہودی تھا جس کا تعلق ممکنہ طور پر عرب کے قبیل (پھیلنے والا پودا)ہ حمیر سے تھا اس کی ماں حبشی نژاد سیاہ فام تھی جس کی وجہ سے اسے ابن السودا یعنی سیاہ فام عورت کا بیٹا کہا جاتا تھا۔

یہاں بعض جدید منکرین اور مستشرقین نے ایک انتہائی خطرناک اور باطل قیاس آرائی کی ہے وہ محض لفظی مشابہت کا سہارا لے کر یہ فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ابن السودا دراصل جلیل القدر صحابی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا لقب تھا کیونکہ ان کی والدہ محترمہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا بھی حبشی نژاد تھیں یہ نظریہ سراسر دھوکہ اور تاریخ کے ساتھ بدترین زیادتی ہے سیدنا عمار بن یاسر اور ان کی والدہ تو اسلام کے وہ عظیم ستون ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جنت کی بشارت دی اور سیدہ سمیہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں ان جلیل القدر ہستیوں کو ایک منافق اور یہودی سازشی کے ساتھ جوڑنا مسلمانوں کے عقائد پر براہ راست حملہ اور صحابہ کرام کی شان میں کھلی گستاخی ہے حقیقت یہ ہے کہ ابن السودا کا لقب اس تسلسل میں صرف اور صرف اسی یہودی منافق عبد اللہ بن سبا کے لیے بطور تحقیر استعمال ہوتا تھا جس نے خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پرامن دور خلافت میں بظاہر اسلام قبول کیا تاکہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اپنے ناپاک عزائم پورے کر سکے اسلام کا لبادہ اوڑھنے کے بعد اس نے اہل بیت عظام کی جھوٹی محبت کی آڑ میں ایک منظم اور خفیہ تحریک چلائی اس نے حجاز سے اپنی تخریبی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور پھر اپنے ناپاک عزائم کو وسعت دینے کے لئے بصرہ کوفہ شام اور مصر جیسے اہم اسلامی مراکز کا سفر کیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف بغض اور نفرت کا بیج بو سکے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دے۔

منافقت کے لبادے میں باطل عقائد کی ترویج

عبد اللہ بن سبا یعنی ابن السودا عظیم تاریخی مکار نے منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے سیاسی اور فکری نظام کو اندر سے کھوکھلا کرنے کی مذموم کوشش کی اس کا اصل مقصد مسلم امہ کی فکری اور سیاسی مرکزیت کو شدید نقصان پہنچانا تھا اس منافق نے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لیے سب سے پہلے باطل نظریات اور عقائد گھڑے جس کا مقصد خلیفہ برحق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غاصب خلافت ثابت کرکے مسلمانوں میں بغاوت کے بیج بونا تھا اس کے بعد اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ میں غلو کا آغاز کیا اور انہیں الٰہی صفات سے متصف کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ آپ ہی پیدا کرنے والے اور رزق دینے والے ہیں اس کھلے کفر اور غلو پر سیدنا علی المرتضی نے شدید غضب ناک ہو کر ابتداءً اسے اور اس کے حواریوں کو سخت سزا دی اور مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا اس یہودی سازشی کا ایک اور خطرناک وار عقیدہ رجعت اور غیبت کی ترویج تھا اس نے عوام میں یہ جھوٹا دعوی پھیلایا کہ اگر سیدنا عیسی علیہ السلام دنیا میں واپس آسکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی بھی قیامت سے پہلے ضرور لوٹیں گے یہاں تک کہ سیدنا علی کی شہادت کے بعد اس نے ان کی موت کا صریح انکار کر دیا اور یہ افواہ اڑائی کہ آپ بادلوں میں چلے گئے ہیں اور زمین کو عدل و انصاف سے بھرنے کے لیے دوبارہ واپس آئیں گے امت مسلمہ کو تباہ کرنے کے لیے اس کا سب سے کاری وار جلیل القدر صحابہ کرام کی تنقیص اور ان پر تبرے کا آغاز تھا یہ تاریخ کا وہ پہلا بدبخت شخص تھا جس نے علانیہ طور پر خلفائے ثلاثہ سیدنا ابو بکر صدیق سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر تنقید کی اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا تا کہ مسلمانوں کا اپنے اسلاف اور دین کے اولین ستونوں پر سے اعتماد ہمیشہ کے لیے اٹھ جائے باذوق اور دوراندیش مصنفین اس کا موازنہ عیسائیت کے سینٹ پولس سے کرتے ہیں ابن سبا نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اہل بیت کی محبت کی آڑ میں غلو اور الوہیت کے نظریات داخل کیے اس نے نو مسلموں کی ذہنی الجھنوں اور وقتی سیاسی حالات کا بھرپور فائدہ اٹھا کر سبائیہ نامی ایک منظم خفیہ تحریک کی بنیاد رکھی جس کے پھیلائے ہوئے یہ غالیانہ اور باطل نظریات وقت کے ساتھ ارتقا پا کر بعد کے ادوار میں امت کے لیے ایک مستقل ناسور بن گئے۔

اسلامی ریاست میں انتشار اور امت مسلمہ پر تباہ کن اثرات

باطل عقائد کی ترویج کے بعد عبد اللہ بن سبا اور اس کے حواریوں نے اسلامی ریاست کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے کو تباہ کرنے کے لیے ایک منظم خفیہ نیٹ ورک بچھایا جس کا سب سے ہولناک نتیجہ خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی صورت میں سامنے آیا اس سانحے نے ریاست مدینہ کی ہیبت اور مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جس کے باعث امت پہلی بار ایک عظیم داخلی خانہ جنگی کا شکار ہوئی اور جمل و صفین جیسے المیے رونما ہوئے جب بھی مخلص صحابہ کرام نے فریقین کے مابین صلح کی کوشش کی تو اسی سبائی گروہ نے شب خون مار کر ان کوششوں کو ناکام بنایا تاکہ مسلمان کبھی متحد نہ ہو سکیں۔

ان سازشوں کا انتہائی افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ امت کی جو توانائیاں بیرونی فتوحات اور اسلام کی اشاعت پر صرف ہو رہی تھیں وہ داخلی خلفشار اور آپسی پریشان کن حالات کی نذر ہو گئیں اس منافق نے دین کی اساس یعنی صحابہ کرام کی عدالت کو مشکوک بنانے کے لیے خلفائے ثلاثہ پر علانیہ طعن و تشنیع کی اور امت میں رفض کی بنیاد رکھی اس فتنے نے محض وقتی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ سیاسی اور رائے کے اختلافات کو مذہبی عقائد کا رنگ دے کر مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں ہمیشہ کے لیے تقسیم کر دیا جس سے زندیق اور باطنی شر پسند عناصر کو محبت اہل بیت کے پردے میں اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا مستقل راستہ مل گیا۔

سبائیہ کے مختلف فرقے اور منکرین کا واضح تضاد

یہ ایک انتہائی حیران کن اور واضح تضاد ہے کہ جو مصنفین عبد اللہ بن سبا کے وجود کو محض ایک افسانہ قرار دیتے ہیں وہ خود ہی فقط اس بنیاد پر بے نقاب ہو جاتے ہیں کہ ان کی اپنی کتابوں میں اس فکر کے مختلف فرقے اور ان کے باطل عقائد پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں عسکری صاحب نے اپنی کتاب میں سبائیہ کے تین بڑے فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

ان میں سے پہلا فرقہ وہ تھا جس نے سیدنا علی المرتضی کی شہادت کا سرے سے انکار کر دیا اور انتہائی غلو کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم ان کا دماغ ستر بوتلوں میں بھی لے آؤ تب بھی ہم ان کی موت کا یقین نہیں کریں گے اس

کھلی گمراہی پر سیدنا حسن بن علی نے ان کو لاجواب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہیں تو ہم نے ان کا مال کیوں ورثے میں تقسیم کیا اور ان کی بیواؤں نے آگے نکاح کیوں کیے۔

دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے یہ عقیدہ گھڑا کہ سیدنا علی بادلوں میں ہیں اور جب بھی یہ لوگ کوئی چمکتا ہوا بادل دیکھتے تو اس کے سامنے گڑ گڑاتے اور کہتے کہ سیدنا علی ہم پر سے گزر رہے ہیں۔

جبکہ تیسرے فرقے نے یہ دعوی کیا کہ سیدنا علی وفات تو پا چکے ہیں لیکن وہ قیامت سے پہلے رجعت فرمائیں گے یعنی دوبارہ دنیا میں لوٹیں گے ان تینوں فرقوں اور ان کے عقائد کا خود منکرین کی کتابوں میں پایا جانا اس بات کا سب سے بڑا اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ عبد اللہ بن سبا کوئی خیالی شخص نہیں تھا اگر یہ کردار افسانہ ہوتا تو اس کی طرف منسوب یہ مخصوص فرقے اور ان کے یہ غالیانہ نظریات تاریخ میں کبھی وجود نہ رکھتے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس سبائی فکر کے حامل افراد یا طبقات کے معاشرتی وجود سے آج بھی کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا۔

لفظ امام کا تصور

اہل بیت کی مقدس شخصیات کے لیے لفظ امام کے استعمال پر بحث کرنے یا الجھنے کے بجائے اس اصولی بات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ مکتب تشیع اور مکتب تسنن میں اس لفظ کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے اور یہ دونوں نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف زاویوں پر کھڑے ہیں مکتب تشیع کے ہاں امام کا تصور نبوت کا متبادل اور ایک الہامی تسلسل ہے ان کے اصولی عقائد کے مطابق امام منصوص من اللہ یعنی براہ راست اللہ کی طرف سے نامزد ہوتا ہے وہ ہر قسم کی خطا اور بھول چوک سے پاک یعنی معصوم ہوتا ہے شریعت کے احکام اور پوشیدہ اسرار کا مکمل علم رکھتا ہے اور اس کی اطاعت ایک نبی کی طرح فرض اور حتمی ہوتی ہے یہاں تک کہ امام پر ایمان لانا ان کے نزدیک اصول دین میں شامل ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اصول کافی میں یہ صراحت موجود ہے ان لائمتنا مقام لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل کہ مکتب تشیع میں ائمہ کا وہ مقام ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل اس کے برعکس جب ہم اہل سنت والجماعت کا زاویہ نگاہ دیکھتے ہیں تو اہل سنت بھی اہل بیت عظام کی مقدس شخصیات کے ناموں کے ساتھ بے پناہ ایمانی غیرت اور

محبت کے پیش نظر لفظ امام استعمال کرتے ہیں جو ان کی عزت اور مقام کی نمائندگی کرتا ہے لیکن اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ یہ شخصیات انبیاء کی طرح معصوم ہیں یا منصوص من اللہ ہیں اہل سنت ان عظیم شخصیات کو ان کے اعلیٰ ترین علم تقویٰ زہد اور شرافت کی بنیاد پر اپنا پیشوا اور روحانی رہبر تسلیم کرتے ہیں یہ ائمہ شریعت کے عظیم شارح اور فقہ و حدیث کے وہ اساتذہ ہیں جن سے امام ابو حنیفہ جیسے بڑے اکابرین نے فیض حاصل کیا اہل سنت کے نزدیک عصمت صرف انبیاء کا خاصہ ہے جو ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں لہذا ان بزرگوں کو احترام کے ساتھ امام کہنے میں کوئی جرم یا قباحت نہیں اس سے کوئی آسمان ٹوٹ کر نہیں گرتا اور نہ کوئی طوفان برپا ہوتا ہے البتہ یہ کہنا کوئی فرض یا واجب بھی نہیں اصل بات کہنے والے کا پس منظر اور نظریہ ہے جس سے لفظ کا معنی متعین ہوتا ہے مکتب تشیع کا غالیانہ تصور اہل سنت کے نزدیک قرآن و سنت کی روشنی میں قطعاً ناقابل قبول ہے اس لیے محض لفظ امام کے استعمال پر جھگڑے کرنے کے بجائے اس کے پس پردہ موجود اس بنیادی اور اصولی فرق کو سمجھ لینا چاہیے۔

نظریاتی کمزوری یا نفسیاتی الجھن

ہر زمانے اور معاشرے میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنا ایک نظریہ اور فکر طے کرنے کے بعد اسے حرف آخر سمجھتے ہیں اور جب ان کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل بھی آتی ہے تو وہ مختلف حیلوں بہانوں سے اس کی نفی کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں یہ افراد بنیادی طور پر نظریاتی کمزوری تعصب یا کسی نفسیاتی الجھن کا شکار ہوتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں غیر جانبدار ہو کر حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں انہی لوگوں میں سے ایک طبقہ منکرین ابن سبا کا بھی ہے جو عبد اللہ بن سبا کے تاریخی وجود کا انکار کرتے ہوئے اسے محض ایک دیومالائی قصہ یا افسانہ قرار دیتا ہے یہ لوگ تاریخ اور عقل سے یکسر عاری لایعنی سوالات اٹھاتے ہیں۔

مثلاً کہتے ہیں کہ اگر ابن سبا اتنا ہی خطرناک اور فتنہ انگیز تھا تو اس کا باپ دادا کون تھا اس کا خاندانی پس منظر کیا تھا اور اس کا شجرہ نسب کہاں ہے وہ اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ان تفصیلی معلومات کے نہ ملنے سے ابن سبا کا وجود خود بخود ایک افسانہ ثابت ہو جائے گا حالانکہ علمی اور تاریخی اصولوں کی روشنی میں یہ کوئی معقول دلیل

نہیں کیونکہ ابتدائی اسلامی تاریخ میں ہزاروں ایسے غیر عرب اور عجمی افراد گزرے ہیں جن کے نام تو ملتے ہیں لیکن ان کے شجرے اور خاندانی تفصیلات محفوظ نہیں اور ابن سبا چونکہ یمن کا ایک یہودی تھا اس لیے عرب معاشرے میں اس کا شجرہ نسب محفوظ نہ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں اگر محض ذاتی تفصیلات نہ ملنے کو کسی شخصیت کے وجود کے انکار کی بنیاد بنالیا جائے تو پھر خوارج کے کئی سرداروں اور دیگر باطنی فرقوں کے بانیوں کا بھی انکار کرنا پڑے گا جن کی خاندانی تفصیلات تو غائب ہیں لیکن ان کے زہریلے افکار اور تباہ کن اثرات تاریخ میں پوری طرح ثابت ہیں۔

یہاں یہ اصولی بات بھی سمجھنی چاہیے کہ بسا اوقات شخص سے زیادہ اس کا نظریہ اور اس کے پھیلائے گئے شبہات اہم ہوتے ہیں ابن سبا کی ذاتی حیثیت اتنی اہم نہیں تھی جتنے اس کے وہ خطرناک نظریات اہم تھے جنہوں نے مسلمانوں میں انتشار پھیلایا اور یہی وجہ ہے کہ مورخین نے اس کی ذات پر کم اور اس کے افکار پر زیادہ توجہ دی جو تسلسل کے ساتھ آج ہم تک پہنچے ہیں مزید برآں ایک مکار اور یہودی خصلت رکھنے والا سازشی منافق جو خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہو وہ لازمی طور پر پس پردہ رہ کر اور مختلف نام بدل کر اپنا کام کرتا ہے تاکہ اس کی اصل شناخت چھپی رہے لہذا ایسے شخص کی خاندانی تفصیلات کا نہ ملنا اس کے وجود کے انکار کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا۔

باعثِ تبسم سوال

منکرین کا یہ سوال بھی نہایت سطحی اور باعثِ تبسم ہے کہ کیا محض ایک آدمی اتنا بڑا طوفان کھڑا کر سکتا ہے؟ انسانی معاشروں کی تاریخ گواہ ہے کہ کسی بھی بڑے فتنے اور فساد کی جڑ عموماً کوئی ایک ہی شخص ہوتا ہے جو چنگاری لگاتا ہے لیکن اس کا پھیلایا ہوا فتنہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جب جلیل القدر صحابہ کرام تابعین اور ائمہ اہل بیت جیسی عظیم اور ذمہ دار شخصیات نے نہ صرف ابن سبا کا تسلسل کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ اس پر لعنت بھی بھیجی ہے تو اس کے بعد محض شجرہ نسب معلوم نہ ہونے کا بہانہ بنا کر اس کے تاریخی وجود کا انکار کرنا علمی جہالت یا سبائیوں کی خاموش سہولت کاری کی غمازی کرتا ہے البتہ تحقیق کے میدان میں اس طرح کے لایعنی اور بے بنیاد سوالات کی کوئی اہمیت اور وقعت تو نہیں ہوتی تاہم تبسم کا باعث ضرور ہوتے ہیں۔

آگ میں جلانے کی سزا

منکرین ابن سبا جب اپنے باطل نظریات کے دفاع میں ناکامی دیکھتے ہیں تو وہ ایک اور بے بنیاد سوال اٹھاتے ہیں کہ روایات میں جو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ابن سبا اور اس کے پیروکاروں کو آگ میں جلانے کا ذکر ہے وہ درست نہیں اور یہ ان کی شان کے خلاف ہے وہ اس ضمن میں سیدنا عبد اللہ بن عباس کی روایات کا سہارا لیتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں ہماری چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

اولاً:۔ منکرین یہ اعتراض کرتے وقت بھول جاتے ہیں کہ یہ واقعہ کسی عام راوی کا بیان کردہ نہیں بلکہ ان کی مستند ترین کتاب رجال کشی میں ان کے اپنے عقیدے کے مطابق معصوم امام سیدنا جعفر صادقؒ کی زبان مبارک سے منقول ہے اب اگر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بچانے کے لیے اس واقعے کو جھٹلائیں تو امام کا کیا کریں گے ؟ اور اگر امام کو بچائیں سیدنا علی المرتضیٰ کے عمل کو کس کھاتے میں ڈالیں گے ؟

ثانیاً:۔ رجال کشی مکتب منکرین ابن سبا کی کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ ان کے ہاں انتہائی معتبر اور مستند سمجھی جاتی ہے اس کتاب میں یہ روایت محض ایک نہیں بلکہ متعدد اسانید اور مختلف الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہے جن میں ابن سبا پر باقاعدہ لعنت کا تذکرہ بھی موجود ہے لہذا علمی و تحقیقی میدان میں محض اپنی پسند ناپسند اور نام نہاد درایت کی آڑ لے کر اتنی مستند روایات کو رد کرنا قطعا کسی اصولی اصول کے تحت قابل قبول نہیں اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ منکرین کے پاس کوئی ٹھوس علمی جواز موجود نہیں۔

ثالثاً:۔ ہمارے نزدیک سیدنا علی المرتضی کا یہ عمل شریعت سے لاعلمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ سیاست شرعیہ کا ایک انتہائی اہم باب ہے جب کوئی فتنہ اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ دین کی اساس یعنی توحید کو مٹانے لگے اور انسان کو خدا کا درجہ دینے لگے تو حکمران وقت کے پاس یہ صوابدیدی اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کو اس زہریلے کینسر سے بچانے کے لیے کوئی غیر معمولی اور سخت سزا تجویز کرے تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی ایک مفسد کو اسی طرح کی عبرت ناک سزا دی گئی تھی لہذا اسے خلاف شریعت کہہ کر واویلا کرنا تاریخ اور فقہی مصلحتوں سے کھلی ناواقفیت ہے۔

رابعاً:۔ تاریخی باریکیوں کا جائزہ لیا جائے تو محدثین اور محققین کی یہ بات بھی ملتی ہے کہ سیدنا علی نے انہیں سیدھا جلتی ہوئی آگ میں نہیں پھینکا تھا بلکہ خندقیں کھدوا کر ان میں دھواں بھروا دیا تھا یہ سزا کا ایک خاص اور عبرت ناک طریقہ تھا تاکہ یہ شر کیہ فتنہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے لیکن غالیوں کی برین واشنگ اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اس سزا کے بعد توبہ کرنے کے بجائے الٹا یہ کہنا شروع کر دیا کہ آگ کا عذاب تو صرف خدا دیتا ہے اس لیے ثابت ہو گیا کہ علی ہی خدا ہیں ان کی اس گمراہی نے خود ثابت کر دیا کہ ان کی ذہن سازی کس حد تک ہو چکی تھی اور ایسی سخت سزا کے بغیر اس فتنے کا قلع قمع کرنا قطعاً ممکن نہیں تھا۔

خامساً:۔ بالفرض محال اگر ایک لمحے کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ مخصوص سزا نہیں دینی چاہیے تھی تب بھی یہ معاملہ ان کے ایک اجتہادی فیصلے کے زمرے میں آتا ہے دیگر صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد اور اس وقت کے غیر معمولی حالات کے پیشِ نظر انہوں نے اسی اقدام کو مناسب سمجھا اسلامی فقہ کے اصولوں کے مطابق اجتہاد میں صواب اور خطا دونوں کا امکان موجود ہوتا ہے لہٰذا محض اس مفروضے کی بنیاد پر کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کر سکتے اس صریح تاریخی واقعے کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کر دینا کوئی علمی اور معقول بہانہ نہیں ہے۔

دلائل کا انبار اور تاریخی حقیقت

ان تمام ٹھوس اور مستند تاریخی حقائق کے بعد ایک متلاشی حق پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عبداللہ بن سبا کوئی دیومالائی قصہ یا من گھڑت فسانہ نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق میں چھپا ایک بھیانک یہودی کردار ہے جس کا وجود ایک ناقابل تردید حقیقت ہے تاریخ کے معتبر ترین ذرائع میں اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے جلیل القدر صحابی حضرت ابو طفیل کی عینی شہادت غیر سیفی روایات کی کثرت اور حافظ ابن حجر اور ابن عساکر وغیرہ جیسے عظیم محدثین اور مورخین کا اسے بیان کرنا اس کے حقیقی وجود پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

ائمہ اہل بیت کا موقف اور فراست

تاریخ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نے اس فتنے کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کی ہے امام محمد باقر سے اس کا ثبوت ملنا امام جعفر صادق کا اس پر لعنت بھیجنا اور اس کے انجام کا ذکر کرنا اور امام زین العابدین کا اس کا

نام سن کر غیظ و غضب میں آنا اور رونگٹے کھڑے ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے امیر المومنین حضرت علی نے اس فتنے سے کھلی براءت کا اعلان کیا اور اس کے غیر معمولی جرائم پر اسے وہ عبرتناک تاریخی سزا دی جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی ائمہ اہل بیت کا اسے مسلمہ کذاب قرار دینا اور اس کے خلاف باقاعدہ عدالتی کارروائی کرنا اس کے وجود کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

منکرین کا تضاد اور کمزور موقف

دوسری جانب منکرین کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس علمی اور تحقیقی بنیادوں پر کوئی ٹھوس دلیل نہیں بلکہ ان کا انکار محض ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر مبنی ہے جس کا تحقیق سے کوئی تعلق نہیں دلچسپ امر یہ ہے کہ قائلین وجود اپنے موقف پر مکمل متفق ہیں جبکہ منکرین شدید باہمی تضاد کا شکار ہیں کوئی اس کے وجود کا انکار کرتا ہے مگر اس کے برپا کردہ واقعات کو تسلیم کرتا ہے اور کوئی کردار کو جھٹلا کر اس سے نکلنے والے فتنوں اور فرقوں کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے تو کوئی ابن سباء کے کارستانیوں کا ذمہ دار بعض بعض مقدس ہستیوں کو ٹھہراتا ہے پھر ان کے اعتراضات اتنے سطحی اور قابل تبسم ہیں کہ ان سے ان کے موقف کی کمزوری خود ہی عیاں ہو جاتی ہے۔

نظریاتی خطرات اور امت کی بقا

اہل بیت کے نام لیوا ہونے کا دعوی اور ابن سباء کے وجود کا انکار دراصل نادانستہ یا شاید دانستگی میں ائمہ اہل بیت کی فراست فہم اور دیانت پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان کھڑا کرنا ہے وجود ابن سبا کا انکار وہ دروازہ کھولنا ہے جس کے کھلنے کے بعد صحابہ کرام کے مجموعی نظم اور ان کی ذوات کو دنیاوی ہوس کا شکار قرار دے کر ان پر طعن و تشنیع کی راہ ہموار کرنا ہے آج بھی معاشرے میں صحابہ کرام پر سب و شتم نازیبا انداز میں تذکرہ اشاروں کنایوں میں تنقیص ائمہ کا منصوص من اللہ اور معصوم ہونے کے عقائد و نظریات دراصل اسی اجنبی مسافر کے بوئے ہوئے زہریلے بیج کا نتیجہ ہیں جس کی شاخیں اور زہریلی بیلیں (پھیلنے والا پودا) آج تک پھیل کر امت کے نظریات کو زہر آلود کر رہی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہودیت نے ہمیشہ امت کا شیرازہ بکھیرنے اور مسلمانوں کو اپنے اکابرین سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے محض مکمل شجرہ نسب نہ ہونے کے بہانے کسی مسلمہ تاریخی حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس

طرح کسی زہریلی بیل (پھیلنے والا پودا) کو جڑ سے اکھاڑے بغیر باغ کو محفوظ نہیں رکھا جا سکتا بالکل اسی طرح اس فتنے کی بنیاد کو تسلیم کیے بغیر اس کے پھیلاؤ کو نہیں روکا جا سکتا یہاں یہ امر بھی نہایت افسوسناک ہے کہ جس طرح اس زہریلی بیل (پھیلنے والا پودا) کی آبیاری اور حفاظت کرنے والے ماضی میں موجود تھے آج بھی ابن سبا کے وجود کا انکار کرنے والے دراصل انہی محافظوں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس فتنے کو پروان چڑھا کر اس کی حفاظت کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں لہٰذا سادہ لوح مسلمانوں میں ان گمراہ کن نظریات کا پرچار کرنا نہ تو دین کی خدمت ہے نہ اہل بیت کی محبت اور نہ ہی صحابہ کرام کی تکریم بلکہ یہ خالصتاً اس فتنے کی سرپرستی ہے جس سے بچنا اور حقائق کا ادراک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے سب کے لیے نافع بنائے اللہ رب العزت ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سچی محبت نصیب فرمائے اور اس محبت و عقیدت کو ہماری زندگیوں میں دوام عطا فرما کر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے مولائے کریم ہمیں تاحیات اہل سنت والجماعت کے ان روشن نظریات اور حق پر مبنی عقائد پر مضبوطی سے کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے جو ما انا علیہ واصحابی کے عظیم اصول کے عین مطابق ہیں۔

آمین یارب العالمین۔

ہماری دیگر کتب اور علمی تالیفات کے لیے درج ذیل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

https://archive.org/details/@maulana_syed_mukaram_shah

/https://besturdubooks.net/tag/maulana-syed-mukarram-shah-books

از قلم بندہ سید مکرم شاہ

6 مئی 2026 بروز بدھ

دیگر تصانیف



تالیف: مولانا سید مکرم شاہ